© rasailojaraid.com

اسلامی قانونِ تعزیرات

حد، قصاص اور تعزیر میں فرق کے مختلف پہلو

ڈاکٹر عبدالعزیز عامر

ترجمہ: معروف شاہ شیرازی

(۷)

حد اور قصاص کے درمیان اور حد اور تعزیر کے درمیان حکم میں کئی حیثیتوں سے فرق ہے جن میں سے کچھ وجوہِ اختلاف یہ ہیں:

۱- شریعت نے حدود و قصاص کے جرائم میں قاضی کو یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ وہ مجرم کے لیے اپنی صوابدید سے کوئی سزا تجویز کرے یا اُس کی مقدار متعین کرے، بلکہ اس نے ان جرائم کے لیے پہلے ہی سے سزائیں متعین کر دی ہیں اور ان کی ایک ہی انتہا (حد) ہے، اگرچہ ان میں سے بعض کی نوعیت ایسی ہے کہ وہ دو انتہاؤں (حدوں) کی متحمل ہو سکتی ہیں، مثلاً کوڑوں کی سزا۔ ان جرائم میں جب قاضی پر یہ ثابت ہو جائے کہ ملزم نے فی الواقع جُرم کا ارتکاب کیا ہے تو اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اسے شارع کی مقرر کردہ سزا دے۔ اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اس میں کمی بیشی کرے، یا اس کو کسی اور سزا سے بدل دے، یا اس پر سزا کے اجراء کو موقوف کر دے۔ ایسے جرائم میں جرم کے حالات، یا مجرم کے حالات کسی طرح بھی تعینِ سزا پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ مثلاً اگر جرم سرقے کا ہے اور قاضی پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مجرم فی الواقع اس جُرم کا مرتکب ہُوا ہے، خواہ یہ شہادتوں سے ہو یا اقرار سے، تو قاضی پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے۔ اگر جُرم اپنی تمام شرائط اور ارکان (INGREDIENTS) کے ساتھ ثابت ہو گیا ہے تو جُرم اور مُجرم کے حالات کیسے بھی ہوں سزا قطعِ ید ہی ہوگی۔ اسی طرح اگر الزام قتلِ عمد کا ہے اور منصوص طریقوں کے مطابق وہ قاضی کے سامنے ثابت ہو جاتا ہے تو اس پر لازم ہوگا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ بطورِ قصاص اسے سزائے موت دے۔

مگر قصاص اور حد کے درمیان فرق یہ ہے کہ قصاص کے معاملہ میں اگر شخص متضرر یا اس کا ولی الدم سزا کو معاف کر دے تو قاضی پر لازم ہے کہ وہ اس پر قصاص کا حکم جاری نہ کرے، البتہ اس صورت میں اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مجرم کو کوئی تعزیری سزا یا سزائیں دے جنہیں وہ مناسب سمجھتا ہو۔ اس فرق کی بنیاد یہ ہے کہ حدود بطورِ حق اللہ واجب ہیں اور قصاص بطورِ حقِ فرد واجب ہے۔ اس لیے حقدار کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ قصاص کا مطالبہ کرے یا مجرم کو معاف کر کے اپنا مطالبہ چھوڑ دے۔

تعزیرات کی صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ اسلامی شریعت نے عمومی طور پر یہ بتا دیا ہے کہ کون سے افعال معاصی (CRIMES) ہیں اور مختلف تعزیری سزائیں بھی بتا دی ہیں۔ اب اگر قاضی کے سامنے زیرِ تفتیش و تحقیق مقدمات میں کوئی قابلِ تعزیر جرم ثابت ہو جاتا ہے اور وہ اس کی صحت پر مطمئن ہو جاتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہ مجرم کے لیے تعزیری سزاؤں میں سے کوئی ایک یا کئی تعزیری سزائیں تجویز کرے جو مجرم اور جرم کے لیے مناسب ہوں۔ اس معاملہ میں اسے وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ وہ یہ اختیار بھی رکھتا ہے کہ سزا دیتے وقت مجرم کے حالات، اس کی شخصیت، اس کے سابقہ عمل اور سزا سے اس کی اثر پذیری کے امکانات کو پیشِ نظر رکھے۔ اور اسے یہ اختیار بھی ہے کہ سزا تجویز کرنے میں جرم کے حالات اور معاشرے پر اس کے اثرات کو بھی ملحوظ رکھے۔ وہ ایک تعزیری سزا بھی دے سکتا ہے اور کئی سزائیں بھی دینے کا مجاز ہے اسے یہ اختیار بھی ہے کہ سزا کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کے درمیان کوئی سزا تجویز کر دے، جو مجرم اور اس سے سرزد ہونے والے جرم کے لحاظ سے مناسب ہو۔ نیز اسے یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ سزا کو نافذ کرنے کا حکم دے یا اس کے نفاذ کو موقوف رکھے۔

یہاں بادی النظر میں یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ قاضی کو جو اختیارات تفویض ہوئے ہیں وہ نہایت تحکمانہ (ARBITRARY) ہیں جن کے استعمال کے لیے نہ کوئی مقرر ضابطہ ہے نہ ملزمین کے لیے تحفظ کی کوئی ضمانت، اس لیے اس بات کا قوی امکان ہے کہ اگر قاضی جان بوجھ کر اپنے ذاتی میلان کی بنا پر ظلم نہ بھی کرے تو اس کی ناواقفیت یا رائے کی غلطی سے ملزم کو نقصان پہنچ جاتے۔ لیکن قدرے تامل اور غور و فکر سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اندیشے بے بنیاد ہیں، اور انصاف کے لیے یہی طریقِ کار مناسب تر ہے، اور اسی طریق کار سے ہر معاملہ کی نوعیت کے مطابق مناسب سزا تجویز ہو سکتی ہے۔ اسلامی شریعت نے فی الحقیقت جرائم کو متعین کر دیا ہے، اور یہ تعین اگرچہ عمومی انداز میں ہے، لیکن اس کے لیے ایسے ایسے ضوابط موجود ہیں جو غلطی سے بچا سکتے ہیں۔ اسی طرح اس نے قابلِ تعزیر جرائم کی سزائیں بھی بیان کر دی ہیں جن کی تفصیلات آگے آ رہی ہیں، اور قاضی اس بات کا پابند ہے کہ شریعت جن افعال کو معصیت شمار کرتی ہے ان پر مشروع تعزیرات میں سے کوئی سزا دے جو زیرِ سماعت جرم کے حالات سے مناسبت رکھتی ہو۔ مزید برآں شریعت نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ کیا شرائط ہیں جو کسی شخص کو قاضی کے منصب پر مقرر کرنے میں ملحوظ رکھنی چاہییں۔ ان شرائط میں سے بعض فقہاء کے نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ قاضی کو مجتہد ہونا چاہیے، یعنی اسے قانونِ شریعت کا اتنا علم اور تجربہ ہو کہ وہ پیش آمدہ حالات پر احکام کو منطبق کرنے میں اجتہاد سے کام لے سکے[1]۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ حدود اور قصاص کے معاملات میں تو مقررہ سزا کے لیے ایک قطعی متعین معیار موجود ہے جس میں مجرم کے حالات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور تعزیری سزاؤں کے معاملہ میں جو معیار رکھا گیا ہے

---

[1] یہاں یہ امر بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اگر کوئی قاضی کسی معاملہ میں اجتہاد سے قاصر ہو تو وہ اس معاملے کو کسی برتر عدالت کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔ نیز اصولِ اجماع (CONCENSUS) کے مطابق اسلامی ریاست کی مقنّنہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ تعزیری جرائم کے لیے تفصیلی طور پر سزائیں بطورِ ضابطہ مقرر کر کے قاضیوں کے ان وسیع اختیارات کو محدود کر دے۔ اسلامی قانون کے ابتدائی دور میں خلیفہ کی مجلسِ شوریٰ کو بھی مقام حاصل تھا۔ بعد کے ادوار میں اس قانون کا ارتقاء قضاۃ کے قانون (JUDGE MADE LAW) کے طور پر ہوا جس میں قاضی لازماً ایسے مجتہد ہوتے تھے جن کا مرتبۂ اجتہاد عوام الناس میں مسلّم ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ لوگ موجودہ دور کی مجالسِ مقنّنہ کے ممبروں سے، کم از کم قانون کے معاملہ میں، بدرجہا زیادہ عوام کے معتمد علیہ ہوتے تھے۔ لہٰذا ان کے استعمال کردہ اختیارات کو کسی صورت میں بھی تحکمانہ نہیں کہا جا سکتا جس طرح آج ہم کسی مقنّنہ کے پاس کردہ قوانین کو تحکمانہ نہیں کہہ سکتے۔ (مترجم)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ لچک دار ہے، اس میں جُرم اور مجرم دونوں کے مخصوص حالات کو بیک وقت پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔[1]

۲- حدُود واجب ہیں اور ان میں کسی بنا پر بھی معافی، بریت، سفارش اور حد ساقط کر دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہی حال قصاص کا بھی ہے کہ اس میں حکومت یا حاکمِ عدالت کو معافی، سفارش یا کسی دوسری وجہ سے سزا کو ساقط کر دینے کا اختیار نہیں ہے، الّا یہ کہ خود صاحبِ حق ہی اس کو معاف کر دے۔ رہی تعزیر تو اگر وہ بطور حق اللہ واجب ہو تو اس کا نفاذ قاعدے کے طور پر لازم ہے، لیکن مصلحت کا تقاضا ہو یا مجُرم کی اصلاح سزا کے بغیر ہو سکتی ہو تو حاکمِ وقت کو اختیار ہے کہ وہ اسے معاف کر دے اور اس میں سفارش بھی جائز ہے۔ اور اگر وہ بطور حقِ فرد واجب ہو تو صاحبِ حق اسے معاف بھی کر سکتا ہے اور کوئی دوسری چیز اس کے بدل کے طور پر بھی قبول کر سکتا ہے۔ اس میں سزا صاحبِ حق کے دعوے پر موقوف ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ سزا ہی کا مطالبہ کرے تو حاکمِ وقت نہ خود مجرم کو معاف کر سکتا ہے، نہ کسی کی سفارش قبول کر سکتا ہے، اور نہ اسے کسی طرح بھی سزا کو ساقط کر دینے کا اختیار حاصل ہے۔[2]

اس فرق کی بنیاد یہ ہے کہ حدُود خالصتہً بطور حق اللہ واجب ہیں۔ قصاص بطور حقِ فرد واجب ہے۔ اور تعزیر کی دو قسمیں ہیں، ایک بطور حق فرد اور دوسری بطور حق باری تعالیٰ۔

۳- جمہور فقہاء کے نزدیک حدود و قصاص کے جرائم کا ثبوت یا تو گواہی سے ہو گا اور یا ملزم کے اپنے اقرارِ جرم سے۔ اس شہادت اور اقرار کے معتبر ہونے کی کچھ خاص شرطیں ہیں جو لازماً پائی جانی چاہییں۔ ان

---

[1] سُبُل السلام، شرح بلوغ المرام، مطبعۃ استقامت، قاہرہ، ۱۳۵۷ھ، جلد ۴، ص ۵۴۔ حاشیہ ابن عابدین یعنی ردالمحتار علی الدرالمختار، ج ۳، ص ۱۸۳۔ سبل السلام کے الفاظ یہ ہیں کہ "جن لوگوں کو تعزیر کے اختیارات دیئے گئے ہیں، ان پر لازم ہے کہ لوگوں کے حالات اور جرائم کے حالات کو نگاہ میں رکھ کر اجتہاد سے کام لیتے ہوئے مناسب ترین فیصلہ کریں"۔

[2] سُبل السلام شرح بلوغ المرام، ج ۴ ص ۵۴۔ حاشیہ ابی الخلاص علی ہامش دُرر الحکام، ج ۲، ص ۹۴، ۹۵، مطبعِ وہبیہ، مصر ۱۲۹۴ھ۔ حاشیہ ابن عابدین، ج ۳، ص ۱۸۳۔ واقعات المفتین ص ۶۰، طبع اول، مطبع امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۰۰ھ۔ فتاویٰ عالمگیری، جلد ۲ ص ۱۶۷، طبع دوم، مطبع امیریہ، بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جرائم کے معاملہ میں شخصِ متضرر کے بیانات بطورِ شہادت قبول نہیں کیے جائیں گے ، نہ سماعی شہادت HEARSAY) EVIDENCE) مقبول ہوگی ، نہ حلف پر یا عورتوں کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے گا - تعزیری جرائم کے مقدمات میں ثبوت و شہادت کا معاملہ اس سے مختلف ہے ، اور ان میں بھی حق اللہ اور حقِ فرد کے اعتبار سے تفصیلات میں اچھا خاصا فرق ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے[1]

۴ - امام شافعیؒ کے نزدیک حد اور تعزیر کے درمیان ایک فرق یہ بھی ہے کہ حد جاری کرنے میں اصل سزا سے زیادہ بطورِ حادثہ جو نقصان ہو جاتے وہ ناقابلِ مواخذہ ہے - لیکن اگر تعزیری سزا کے نفاذ کے وقت کسی کو کوئی اور ضرر پہنچ جاتے جو اصل سزا سے زائد ہو تو اس پر ضمان (DAMAGES) واجب ہے - وہ اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ کسی مقدمہ میں ایک عورت کو دھمکایا - اس نے خوف کے مارے اپنے پیٹ کو سکیڑ لیا اور اس طرح اس کا حمل گر گیا - اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مشورہ کیا اور بچے کی دیت ادا کی - اس امر میں اختلاف ہے کہ اس صورت میں دیت کون ادا کرے گا - بعض فقہاء نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ دیت اس حاکم کے عاقلہ[2] پر عائد ہوتی ہے جس کے حکم سے یہ نقصان ہوا ہو اور بعض فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس کا بار بیت المال پر ہوگا[3]

امام ابو حنیفہ ، امام مالک اور امام احمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ حاکم وقت جس پر حد یا تعزیر جاری کرے اور وہ مر جائے تو اس کے خون کی ذمہ داری کسی پر بھی نہیں ہے - کیونکہ حد و تعزیر دونوں کے معاملہ میں حاکم قانون کا حکم نافذ کرنے پر مامور ہے اور ایک مامور شخص پر یہ شرط عائد نہیں کی جا سکتی کہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے نادانستہ بھی کوئی نقصان نہ ہو - میں سمجھتا ہوں کہ یہی رائے قابلِ قبول ہے اور اگر دوسری رائے پر عمل کیا گیا تو ذمہ دارانِ حکومت کے لیے جرائم کا مقابلہ اور ملک کو شر و فساد سے پاک کرنا مشکل ہو جائیگا

---

[1] عالمگیری ج ۲ ، ص ۱۶۷ -

[2] اسلامی قانون کی اصطلاح میں عاقلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خونبہا یا دیت کے ادا کرنے میں اصل قصوروار شخص کے ساتھ شریک ہوتے ہیں (مترجم)

[3] عالمگیری ، ج ۲ ، ص ۱۶۷ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور حکام جرائم پیشہ افراد کے مقابلے میں بے دست و پا ہو جائیں گے[1]۔

۵۔ایک فرق یہ بھی ہے کہ حد نابالغ پر واجب نہیں ہوتی کیونکہ اجرائے حد کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجرم بالغ ہو۔یہی حال قصاص کا بھی ہے۔لیکن تعزیری سزا کا نفاذ نابالغ پر بھی ہو سکتا ہے۔کیونکہ اس کا مقصد تادیب ہے اور بچوں کو تادیبی سزا دینا جائز ہے[2]۔لیکن بعض فقہاء نے اس رائے کا اظہار بھی کیا ہے کہ تعزیر میں بھی مجرم کا بالغ ہونا شرط ہے[3]۔

---

[1] تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو، الاحکام السّلطانیہ، الماوردی، ص ۲۲۶۔ حاشیۂ ابن عابدین یعنی ردّالمحتار علی الدُّرِّ المُختار، ج ۳، ص ۱۹۵ اور اس کے بعد۔شرح تنویر الابصار، جو ابنِ عابدین کی شرح درمختار کے حاشیے پر چھپی ہوئی ہے ص ۱۹۵ و مابعد۔ الاحکام السُّلطانیہ، ابویعلیٰ ص ۲۶۶۔ اس میں لکھا ہے: "تعزیر کے نفاذ سے اگر اتفاقاً کوئی چیز تلف ہو جائے تو ضمان واجب نہ ہوگا۔"

[2] حاشیہ ابن عابدین، ج ۳ ص ۱۸۳۔

[3] الفصول الخمسۃ عشر فی التعزیر، استروشنی، ص ۲۔

اعتذار

ترجمان القرآن کے گذشتہ شمارے (جنوری ۱۹۶۸ء) میں مطبوعات کے تحت ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کا نام غلطی سے ضبطِ تولید لکھا گیا تھا۔ اس کا پورا نام "ضبطِ تولید کی شرعی حیثیت" ہے۔اور اس کے مصنف مولانا محمد یوسف صاحب ہیں۔

(ع-ح-ص)

© rasailojaraid.com